وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا الآية

(قرآن کریم)

وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا (الحدیث)

احسن الکلام

فی

ترک القرأة خلف الامام

جلد اوّل

جس میں قرآن کریم، صحیح احادیث، آثار حضرات صحابہ کرامؓ وتابعینؒ واتباعِ تابعینؒ اور دیگر جمہور فقہاءؒ اور محدثین عظامؒ سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں کسی بھی قسم کی قرأت عموماً اور سورۂ فاتحہ کی قرأت خصوصاً ممنوع ہے اور جہری نمازوں میں تو امام کے پیچھے قرأت کرنا قرآن کریم، حدیث صحیح اور اجماع کے خلاف ہے اور فی نفسہٖ منکر اور شاذ ہے اور جہری نمازوں میں حضرات ائمہ اربعہؒ کا اتفاق ہے۔ نیز عقلی اور قیاسی دلائل سے اس مسئلہ پر فیصلہ کن بحث کی گئی ہے اور فریق ثانی کو مسکت جوابات دیے گئے ہیں اور اس طبع میں "خیر الکلام" اور "الاعتصام" میں کیے گئے اعتراضات کے جوابات کو خصوصیت سے ملحوظ رکھا گیا ہے۔

تالیف

ابوالزاہد محمد سرفراز خاں صفدر

طبع دہم ـــــــ جون ۲۰۰۶ء

نام کتاب ـــــــ احسن الکلام فی ترک القرأۃ خلف الامام

مؤلف ـــــــ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دام مجدھم

تعداد ـــــــ ایک ہزار

مطبع ـــــــ فائن بکس پرنٹرز لاہور

ناشر ـــــــ مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت ـــــــ دو سو پچیس روپے

ملنے کے پتے

- مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
- مکتبہ علمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ العارفی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
- مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیو روڈ مینگورہ
- مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت
- مکتبہ امدادیہ ملتان
- مکتبہ حقانیہ ملتان
- مکتبہ مجیدیہ ملتان
- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- اسلامی کتب خانہ اڈا کامی ایبٹ آباد
- مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
- دار الکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
- مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ نزد جامع مسجد بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ فاروقیہ حنفیہ عقب فائر بریگیڈ اردو بازار گوجرانوالہ
- کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گکھڑ

بھی اس کو ما زاد علی الفاتحہ پڑھنے کی گنجائش نہیں ہے اور کتاب القرأۃ صـ ۶۴ میں ان کی اسی روایت میں بام الکتاب کے بعد فزائداً یا فصاعداً کی زیادت بھی مروی ہے حضرت ابن عمرؓ سے ایک اثر ان الفاظ سے مروی ہے۔

سئل ابن عمرؓ عن القرأۃ خلف الامام فقال ما کانوا یرون بأسا ان یقرأ بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ (جزء القرأۃ صـ ۱۲)

ان سے سوال کیا گیا کہ کیا امام کے پیچھے قرأۃ کی جاسکتی ہے؟ فرمایا لوگ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اپنے دل میں سورۃ فاتحہ پڑھ لیں۔

لیکن اس کی سند میں ایک تو ابوجعفر رازیؒ ہے جس کا نام عیسٰی بن ماہان ہے جس کا ترجمہ نقل کیا جاچکا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور دوسرا راوی اس سند کا یحیی البکاءؒ ہے امام احمدؒ، ابوداؤدؒ، ابوزرعہؒ اور ابن عدیؒ اس کو ضعیف کہتے ہیں، دارقطنیؒ اس کو ضعیف اور علیؒ بن الجنیدؒ اس کو مختلط کہتے ہیں، ازدیؒ کہتے ہیں کہ یہ متروک ہے، ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صـ ۲۷۹) امام نسائیؒ اس کو متروک الحدیث کہتے ہیں (ضعفاء صغیر صـ ۵۵) حافظ ابن حجرؒ اس کو ضعیف الحدیث لکھتے ہیں (تقریب صـ ۲۹۵) مؤلف خیر الکلام لکھتے ہیں کہ عیسٰی بن ماہان متکلم فیہ ہے مگر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ صدوق ہے اس کا حافظہ اچھا نہیں تقریب صـ ۳۲۴) اور یحیی البکاءؒ کو ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ ثقہ ہے انشاء اللہ جب راوی مختلف فیہ ہو تو اس کی حدیث حسن ہوتی ہے (محصلہ صـ ۳۲۴) الجواب، ہاں بس ایسے ہی راویوں کی ایسی ہی حسن قسم کی حدیثوں پر آپ کے مذہب کی بنیاد ہے اور مسلمانوں کی اکثریت کی نمازوں کو باطل اور کالعدم ٹھہرانے والوں کی وکالت فرما رہے ہیں۔ سبحان اللہ تعالٰی اور آگے لکھتے ہیں کہ تطبیق کی یہی صورت ہے کہ نفی سے مراد جہری نماز میں فاتحہ سے ما زاد کی نفی مراد لی جائے اور فاتحہ کو اس نفی سے مستثنٰی قرار دیا جائے انتہٰی صـ ۳۲۵ الجواب نہ معلوم یہ حضرت کس روایت کی کس سے تطبیق دے رہے ہیں؟ صحیح اور ضعیف کی تطبیق کا کیا معنٰی؟ الحاصل حضرت ابن عمرؓ ہوں یا کوئی اور صحابی ہو ان میں کسی سے بسند صحیح یہ ثابت نہیں کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری اور واجب ہے۔

حضرت عبادہؓ بن الصامت کا اثر:۔

حضرت محمودؓ بن ربیع فرماتے ہیں کہ:۔

سمعت عبادۃؓ بن الصامت یقرأ خلف الامام فقلت لہ تقرأ خلف الامام فقال عبادۃؓ لا صلوٰۃ الا بقرأۃ (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۸)

میں نے حضرت عبادۃؓ کو امام کے پیچھے قرأت کرتے سنا میں نے دریافت کیا کہ آپ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں؟ حضرت عبادۃؓ نے فرمایا قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی۔

امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ ان کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس میں امام کے پیچھے آہستہ قرأت کرنے کی اجازت ہے اور پھر لکھا ہے۔

ومذھب عبادۃؓ فی ذلک مشھور (ص ۱۶۸ ج ۲) حضرت عبادۃؓ کا مذہب اس میں مشہور و معروف ہے۔

جواب:۔ سند کے لحاظ سے گو کلام کرنے کی کافی گنجائش ہے مگر ہم سند کے لحاظ سے اس پر کوئی کلام نہیں کرتے حضرت عبادۃؓ بن الصامت نے صحیح سمجھا یا غلط بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادۃؓ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور حضرات صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں لیکن یہ روایت خود اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور یہ مسئلہ ان میں رائج بھی نہ تھا ورنہ محمودؓ بن ربیع جو خود صغار صحابہؓ میں تھے حضرت عبادۃؓ بن الصامت کی امام کے پیچھے قرأت سے کبھی تعجب نہ کرتے اور نہ یہ پوچھنے کی نوبت ہی آتی کہ حضرت آپ امام کے پیچھے کیوں قرأت کرتے ہیں؟ یقینی امر ہے کہ حضرت عبادۃؓ بن الصامت نے نماز میں تکبیر، قیام، رکوع، سجود، تشہد، اور سلام وغیرہ جملہ امور ادا کئے ہوں گے مگر ان میں سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی کہ حضرت آپ نے رکوع کیوں کیا ہے؟ سجدہ کیوں کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ اگر سوال کیا ہے تو اس چیز کے بارے میں کہ آپ امام کے پیچھے قرأت کیوں کرتے ہیں؟ یہ بھی مت بھولئے کہ حضرت عبادۃؓ بن الصامت نے محمودؒ بن ربیع کو یہ نہیں فرمایا کہ برخوردار تمہاری تمام سابق نمازیں بے کار، کالعدم اور باطل ہیں کیونکہ تم نے قرأت نہیں کی اور تمام نمازیں واجب الاعادہ ہیں اور نہ سہی تو یہی نماز جو تم نے ابھی ابھی میرے ساتھ بغیر قرأت کے ادا کی ہے وہی دوبارہ پڑھ لو اور لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت محمودؓ بن ربیعؓ حضرت عبادۃؓ کے داماد تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۶۳) انہوں نے ان کو یہ بھی نہ فرمایا کہ تم امام کے پیچھے ترک قرأت کے مرتکب

ہوئے ہو اور تارکِ قرأت کی نماز باطل اور کالعدم ہے اور من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر لہٰذا میری لختِ جگر کو میرے گھر پہنچا دو اور خود مزے اڑاتے پھرو۔ حضرت عبادہؓ وہی جلیل القدر صحابی ہیں جو فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر اس شرط سے بیعت کی ہے کہ ان لا نخاف فی اللہ لومۃ لائم (مستدرک وقال صحیح جلد ۳ ص ۳۵۶) اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ہرگز نہ گھبرائیں گے اور ایک معمولی قسم کے مسئلہ میں حضرت امیر معاویہؓ سے الجھ کر ملکِ شام ترک کر دیا تھا اور یہ فرمایا کہ ہمارا اجتماع ناممکن ہے لیکن حضرت عمرؓ کی زبردست مداخلت سے اپنے ارادہ سے باز آئے (دیکھئے مستدرک جلد ۳ ص ۳۵۵، مسند دارمی ص ۹۳ اور ابن ماجہ ص ۳ وغیرہ) مگر جب قرأت خلف الامام کے مسئلہ کی باری آتی ہے تو اپنے پڑھنے کی وجہ تو بتلاتے ہیں لیکن اس اہم مسئلہ کے اظہار پر کما حقہ وہ جوش و خروش ظاہر نہیں کرتے جو اس کے رکن اور ضروری ہونے پر کرنا چاہیئے تھا۔ اگر حضرت عبادہؓ کے نزدیک قرأت خلف الامام واجب فرض اور رکن ہوتی تو اس کے اظہار میں پوری قوت اور طاقت صرف کرتے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کرتے۔ اس بحث کو پیشِ نظر رکھنے سے یہ بات بخوبی سمجھ آ سکتی ہے کہ حضرت محمودؓ بن ربیع مطلقاً امام کے پیچھے قرأتِ فاتحہ کے قائل نہ تھے اور حضرت عبادہؓ گو قائل تو تھے لیکن محض استحباب کے طور پر اور اگر کسی کو حکم بھی کیا ہے تو صرف استحبابی امر سمجھ کر۔ اگر اس کو رکن اور فرض سمجھتے تو کتمانِ حق سے بچتے ہوئے حضرت ابن مسعودؓ کی طرح (جنہوں نے قرآن کریم کی دو سورتوں کے تقدم و تأخر فی النزول کے بارے میں اعلان کیا تھا) یہ اعلان فرماتے من شاء باھلتہ جس کا جی چاہے میں اس کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں جب حضرت عبادہؓ نے ایسا نہیں کیا تو قطعی بات ہے کہ وہ امام کے پیچھے بلاشک سورۂ فاتحہ پڑھتے تو تھے (اور جہری نمازوں میں پڑھتے بھی صرف تنہا اور اکیلے تھے دوسرے حضرات صحابہؓ کا ان سے اتفاق نہ تھا) مگر صرف مستحب سمجھ کر ہم نے جو یہ کہا ہے کہ دوسرے صحابہؓ کرام حضرت عبادہؓ بن الصامت سے جہری نمازوں میں قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ میں اتفاق رائے نہیں رکھتے تھے، یہ سینہ زوری نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ۔

وانما تعجب من قرأۃ عبادۃؓ بن الصامت خلف الامام فیما یجھر فیہ بالقرأۃ لذھاب

جو لوگ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کے قائل تھے انہوں نے حضرت عبادہؓ کی جہری نمازوں میں قرأت

من ذهب الی ترک القرأة خلف الامام فیما یجهر الامام فیہ بالقرأة حین قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالی انازع القرآن ولم یسمع استثناء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأة فاتحة الکتاب سراً وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ لاصلوٰة لمن لم یقرأ بہا وسمعہ عبادة بن الصامت واتقنہ واداہ واظہرہ فوجب الرجوع الیہ فی ذلک (انتہیٰ بلفظہٖ کتاب القرأة ص۴۲)

پر تعجب کا اظہار کیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ میرے ساتھ قرآن میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے؟ اور اس کے بعد آپ نے آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور اسی طرح آپ نے یہ فرمایا کہ جس آدمی نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی تو یہ استثناء صرف حضرت عبادہؓ بن الصامت نے سُنی اور دیگر حضرات صحابہؓ نہ سُن سکے اور اس کو حضرت عبادہؓ نے خوب محفوظ رکھا اس کو ادا کیا اور ظاہر کیا سو انکی بات کی طرف رجوع کرنا ضروری ٹھہرا۔

صحابی اور تارک نماز؟ یہ دو متضاد باتیں ہیں اور واقعہ صبح کی نماز کا ہے جس میں سینکڑوں حضرات صحابہؓ شریک ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مالی انازع الخ سے تنبیہ فرما کر سب حضرات صحابہ کرامؓ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی تھی اور یہ حکم بھی پیش نظر تھا۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اور فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (یعنی اے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکموں کو کھول کر بیان کریں جن میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے) مگر بایں ہمہ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ حکم آہستہ (سرًا) بیان کرتے ہیں اور حضرت عبادہؓ کے بغیر اس حکم کو کوئی دوسرا سنتا ہی نہیں؟ پھر حضرت عبادہؓ پر لوگ متعجب کیوں نہ ہوں کہ حضرات صحابہ کرامؓ جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک ایک حکم اور ارشاد کو عزیز از جان سمجھتے تھے اور ہمہ تن گوش ہو کر سنتے تھے کوئی بات نہیں سمجھ آتی تو پھر استدعا کرتے تھے اور کوئی ضروری امر ہوتا تو آپ تین تین مرتبہ ایک ایک جملہ کو دہراتے تھے لیکن جب امام کے پیچھے قرأت سورۃ فاتحہ کے حکم کے بیان کرنے کا نمبر آتا ہے تو آپ آہستہ بیان کرتے ہیں؟ تین مرتبہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے؟ اور یہ حکم صرف حضرت عبادہؓ سُنتے ہیں کسی دوسرے کے پلّے کچھ نہیں پڑتا؟ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ آپ سے دریافت کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے کہ حضرت آپؐ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ اگر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا مسئلہ ضروری فرض، واجب اور رکن ہوتا تو یقیناً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

وسلم ایک بار نہ فرماتے بلکہ کئی بار فرماتے سرّاً نہ فرماتے بلکہ جہراً فرماتے صرف حضرت عبادہؓ کو نہ سناتے بلکہ تمام حضرات صحابہؓ کو سناتے اور اگر حضرت عبادہؓ بھی اس حکم کو ضروری سمجھتے تو یقیناً بغیر خوف لومۃ لائم کے اس کی خوب نشر و اشاعت کرتے اور حضرات صحابہ کرامؓ کو اس بات کا قائل کر لیتے کہ وہ بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرتے۔ یہ حکم تو ضروری نہ تھا اس لیے اس کی پُر زور اشاعت کی ضرورت ہی انہوں نے نہ سمجھی، بخلاف اس کے ترک قرأت کا حکم ضروری تھا اس لیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے پیچھے صرف ایک شخص نے قرأت کی تو آپ نے فرمایا میرے پیچھے کس نے قرأت کی ہے؟ کیوں میرے ساتھ منازعت اور مخالجت ہوتی رہی ہے؟ حتیٰ کہ آپ نے ببانگ دہل یہ ارشاد فرمایا مالی انازع القرآن نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ارشاد سب نے سنا اور یہ ارشاد سُن کر تمام حضرات صحابہ کرامؓ نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت ترک کر دی۔ جیسا کہ مفصل پہلے گذر چکا ہے۔ باقی اگر حضرت عبادہؓ سے بسندِ صحیح یا کسی اور صحابی سے بلا قیل و قال خلف الامام کی قید سے کوئی روایت صحیح ہوتی تو یقیناً اس کی طرف رجوع کیا جاتا مگر روایات کا حال آپ ملاحظہ کر ہی چکے ہیں اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ حضرت عبادہؓ کے موقوف قول سے ہی غلطی در غلطی پیدا ہوئی ہے الغرض حضرات صحابہ کرامؓ کے یہ آثار پہلے تو سنداً ہی صحیح نہیں ہیں اور اگر کچھ صحیح بھی ہیں تو ان میں صرف سرّی نمازوں کا ذکر ہے، کسی میں مطلق قرأت کا ذکر ہے اور اکثر میں ما زاد، ما تیسر اور فصاعداً وغیرہ کی زیادت بھی موجود ہے لہٰذا یہ آثار فریق ثانی کو ہرگز مفید نہیں ہو سکتے۔

آثار حضرات تابعینؒ وغیرہم

فریق ثانی نے اپنے اس دعویٰ پر کہ امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز ناقص، بیکار، کالعدم اور باطل ہوگی حضرات تابعینؒ و اتباع تابعینؒ وغیرہم کے آثار اور اقوال سے بھی استدلال کیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک در موقوفات صحابہؓ حجت نیست اگرچہ بصحت رسد پھر آثار حضرات تابعینؒ وغیرہم سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جب کہ وہ سنداً اور روایۃً بھی صحت کے معیار پر پورے نہیں اترتے اور معنوی اور درایتی پہلو کے پیش نظر بھی وہ ان کو چنداں مفید نہیں ہو سکتے مگر مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، حضرات تابعینؒ وغیرہم کے وہ آثار جو بحث سکتات